© rasailojaraid.com

کی تعداد کا بھی لحاظ کیا ہے۔ چنانچہ وہ قصائد کے کم یا زیادہ ہونے کے اعتبار سے شعراء کے مقام و مرتبے میں بھی کمی یا زیادتی کرتا ہے۔ ابن سلام نے پہلی مرتبہ اس امر کی طرف توجہ دی کہ ناقد کے لیے کچھ بنیادی شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔ کلام عرب پر اس کی گہری نظر ہو۔ اشعار کے محاسن و معائب کو پہچاننے کی صلاحیت ہو۔ اس کا ذہن قبائلی عصبیت سے پاک ہو۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تعصب و جانبداری کی بنا پر کم تر درجے کے شاعر کو کسی بڑے شاعر پر فضیلت دے دیتے تھے۔ وہ شعراء کو ایک دوسرے سے افضل قرار دینے میں بہت احتیاط سے کام لیتا ہے اور جب بھی کسی شاعر کو افضل قرار دیتا تو اس کی وجہ بیان کرتا۔ دلیل فراہم کرتا، وہ کہتا ہے کہ اگر ایک ہی فکر و مفہوم کو متعدد شعراء نے بیان کیا ہے تو فضیلت اس شاعر کو ملے گی جس نے پہلی مرتبہ اس فکر کو ایجاد کیا (۴۸) وہ ان اسباب پر بھی روشنی ڈالتا ہے جو اشعار کو وضع کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ وہ ناقد کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہتا ہے ۔

"کسی نے خلف احمر سے کہا کہ جب میں کوئی شعر سنتا ہوں اور وہ مجھے اچھا لگتا ہے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے بارے میں آپ کا اور آپ کے اصحاب کا کیا خیال ہے تو خلف بن احمر نے اس سے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی درہم ہو جو تمہیں دیکھنے میں اچھا لگے پھر صراف یہ کہ دے کہ وہ کھوٹا ہے تو کیا اس کی خوبصورتی سے تم کو کوئی فائدہ ہوگا" (۴۹)

وہ کہتا ہے :-

"طائف میں شعراء کی کثرت نہیں ہے کیونکہ شعراء کی تعداد تو وہاں زیادہ ہوتی ہے جہاں کہ قبائل کے درمیان باہمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنگیں ہوا کرتی ہیں جیسے اوس و خزرج کی جنگ اور
چونکہ قبیلہ قریش کو نہ تو باہمی جنگوں کا سامنا تھا
اور نہ ہی بیرونی حملوں کا خطرہ جس کی بدولت ان کے
درمیان شعر و شاعری بہت کم پروان چڑھی۔ (ص ۵۰)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
گھر ہی کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کس قدر تکلیف دہ ہے یہ بات کہ ملت کے بہی خواہ، ملت کے اداروں کے درپے آزار ہیں۔ محقق حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ نے جن دو اداروں کی آبیاری کی اور پروان چڑھایا۔ ان دو اداروں کو یکسر نیست و نابود کر کے چند ضمیر فروش مکتبہ برہان اور ندوۃ المصنفین کو مالی مشکلات میں مبتلا کر رہے ہیں جعلی کتابیں چھاپ کر ناجائز نفع کما رہے ہیں اور اس طرح اپنے ایمان کو داغدار کر رہے ہیں۔ دیگر کتابوں کے علاوہ مصباح اللغات اور قصص القرآن کو بلا اجازت مکتبہ برہان اور ندوۃ المصنفین چھاپ کر ہر دو اداروں کو مالی بحران میں مبتلا کر رہے ہیں۔ قانونی چارہ جوئی کے نوٹس کچھ لوگوں کو دیئے جا چکے ہیں۔

مگر اپنی نازیبا اور غیر قانونی حرکتوں سے اب بھی باز نہیں آتے۔ شرم، شرم،
آپ سب مخلص حضرات سے التماس ہے کہ ہر دو کتابیں اور دیگر بھی صرف مکتبہ برہان اور ندوۃ المصنفین سے ہی خرید فرمائیں۔ اور چند پیسوں کے خاطر غیر ذمہ دار افراد کی حوصلہ افزائی فرما کر ادارہ ندوۃ المصنفین اور مکتبہ برہان کو مالی مشکلات میں مبتلا نہ کریں۔ اللہ آپ کو اس کی جزا دے گا۔

خادم: عمید الرحمٰن عثمانی، خلف مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ
مینیجر مکتبہ برہان و ندوۃ المصنفین۔ دہلی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اودھ کے چند عربی شعراء

مسعود انور علوی۔ کاکوروی

(گذشتہ سے پیوستہ)

۲۔ وزیر علی وزیر سندیلوی :-

وزیر علی بن انور علی بن اکبر علی بن محمد اللہ صدیقی سندیلوی اپنے عہد کے ایک عالم اور صاحب طرز ادیب و شاعر تھے۔ ابتدائی تعلیم سندیلہ میں حاصل کی، مزید تعلیم کے حصول کے لئے کلکتہ گئے۔ وہاں جملہ علوم و فنون کی تحصیل کی اور عربی ادب میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ سندیلہ اور کلکتہ کے قیام کے دوران کے زیادہ حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم کردہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ڈھائی سو روپیہ ماہوار تنخواہ پر بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ (۱۲۴۳ھ/ ۱۸۱۷ء-۱۲۵۲ھ/ ۱۸۲۰ء) کے دور حکومت میں کلکتہ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے(۱)

وزیر عربی کے صاحب طرز اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ دیوان کا ایک نادر نسخہ کلکتہ کی نیشنل لائبریری (۴۳۵) میں محفوظ ہے۔ دو سو دو اوراق پر

---

(۱) تذکرہ: ۲۵۰؛ النزہۃ ۷: ۵۲۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشتمل یہ نسخہ بخط نستعلیق و خوشخط لکھا ہوا ہے چھ ہزار سے زائد اشعار ہیں۔ دیوان میں داخلی شہادتوں کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھیں شیخ احمد انصاری اور محمد امین اللہ سے بھی تلمذ تھا۔ عمر کا کچھ حصہ بھوپال میں بھی بسر کیا تھا۔ دیوان میں غزلوں کا حصہ زیادہ ہے۔ یہ غزلیں مختلف بحور و قوافی میں ہیں۔ حمدیہ و نعتیہ کلام بھی ہے اور منظوم مراسلت بھی۔ قصائد اور نظموں کے عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ان عنوانات کے ساتھ ہی غزلوں اور نظموں نیز قصیدوں کی بحریں بھی درج ہیں۔ صنائع و بدائع کا استعمال ایک حد تک مفقود ہے۔

دیوان کی ابتدا کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" قالت حامد اللہ رب العلمین و مصلیا علی رسولہ وحبیبہ طہ الطاھر الأمین وعلی آلہ الطاھرین المطھرین واصحابہ الراشدین الھادین المھدین واتباعھم السالکین علی منھاجھم المستقیم الظاھر المتین .... وھذہ الأبیات من البحر الکامل المضمر کما لا یخفی علی کل ذی رای رصنین۔

الحمد للہ الذی خلق الھوی ۔۔۔ واشاعہ من بعدہ بین الوری

قد صنف الانسان اصنافا فکم ۔۔۔ ابدی صنوفا فوق تعداد الحصی

لبشری نعم دوما فقد سادوا علی ۔۔۔ کل البرایا بالجلالۃ والعلی

فلہ علیھم حمد ذالک واجب ۔۔۔ ولھم بھذا الحمد خیر یرتجی

بحر وافر کی ایک مناجات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے مصائب و آلام کے دفاع کی دعا مانگی ہے۔

سوالی یا الٰہی فی العناء ۔۔۔ وانت بعیذ بین ذا البقاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بمجيد الوزير بكل حال   وما هو طالب غير الرضاء

واصفناه الاساء والمعزه حتى   تبدى كالخلال بلا مراء

من رسول الله الهادي لكل   من الثقلين خير الانبياء

مناجات کے بعد بحر وافر میں آٹھ اشعار پر مشتمل ایک نعت ہے ۔

الم على افواج البلاء   اذا القيت نفسى فى الهواء

هو المولى الذى فاز البرايا   بلطف جاء به بالاهتداء

ايا مولى الورى يا شافى حتى   على حال الوزير بدفع داء

نعت کے بعد بحر کامل ، بحر طویل ، بحر رمل اور بحر متقارب میں بالترتیب بارہ ، انیس ، اور ستر اشعار ہیں ۔ اپنے اساتذہ شہاب الدین محمد ، مولوی امین اللہ ، مولوی نجف علی ، مظہر حسن وغیرہ کی وفات پر مرثیے ہیں ۔ شیخ احمد شروانی کے نام دو صفحات پر مشتمل عبارت اور اسی قدر مدحیہ اشعار ہیں ۔ مفتی محمد ساجد ، شیخ احسان اللہ ، محمد صادق خان اختر ، احمد کبیر ، مولوی حیدر علی وغیرہ کی شان میں مدحیہ قصائد ہیں ۔ چند انگریزوں مثلاً ... زون ، برلیس اور مسٹر کمنجی کی شان میں بھی مدحیہ قصائد ہیں ۔ غلام حضرت ، مولوی فضل رحمٰن وغیرہ کے نام منظوم خطوط بھی ہیں ۔

عشق کی مذمت (واسوخت) میں بھی اشعار ملتے ہیں :-

أمن بعد يا كلما خطب الورى   ياليت ما قد لاح هذا فى الورى

كم ذل من ايديه اعيانه كرام   حمل البلايا منه ملاك العلى

فى حب مليح عمرى هبتا   ياليت لمحبتى المحبتى الهوى ملحقا

مولوی امین اللہ کے مرثیے کے دو شعر ملاحظہ ہوں ۔

قد كان بالسلوم عند طعان قاطعة   وما لا يدركه كه ودائنة فى الحصر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کذا قال فی حقہ کل الواسطی ابنہ   ھذا [illegible]

۳۔ مفتی محمد عباس تستری لکھنوی :۔

مفتی محمد عباس ابن سید علی اکبر کے جد امجد سید محمد جعفر آصف الدولہ کے آخر عہد میں سنہ ۱۲۱۰ھ میں شوستر سے ہجرت کرکے لکھنو آئے۔ نواب سعادت علی خاں اور غازی الدین حیدر نے ان کی بڑی پذیرائی کی۔ نواب موصوف نے انھیں اپنے خاص مصاحبین میں شامل کر لیا۔ ان کے دو بیٹے پیدا ہوئے (۱) سید علی (۲) سید علی، کو

مفتی صاحب کے والد سید علی اکبر ایک متقی اور شب زندہ دار شخص تھے مفتی صاحب ۲۹ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے "خورشید کمال و ادب" ولادت کی تاریخ ہے۔ سلسلہ نسب سترہ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے تحصیل علم کا شوق بچپن سے تھا پیدائشی سریع الفہم اور ذکی الطبع تھے۔ مولوی عبدالقوی، مولوی عبدالقدوس اور مولوی قدرت علی (تلمیذ ملا بحر العلوم فرنگی محلی) سے علم کی تحصیل کی۔ اس کے بعد طب کی تحصیل کے لئے مرزا عوض علی اور مرزا علی حسن خاں کی طرف رجوع کیا، شرح اسباب قانون، طبیب الملوک اور مسیح ا... سے پڑھی۔ ایک عرصہ تک مطب بھی کیا۔ نیز سید العلماء سید حسین بن سید دلدار علی غفران مآب سے فقہ و حدیث کی کچھ کتابیں پڑھ کر علم تجوید کی بھی تکمیل کی۔

محمد علی شاہ، بادشاہ اودھ نے ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں ۱۰ ہزار وظیفہ مقرر کیا جو ان کی زندگی تک مفتی صاحب کو ملتا رہا۔ جب امجد علی شا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا عہد سلطنت آیا تو انھوں نے نواب سعادت علی خاں کے مقبرہ میں عربی مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور انھیں اس میں مدرس مقرر کیا چنانچہ مفتی صاحب تین سال اس عہدہ پر رہے۔

کچھ عرصہ بعد نواب امین الدولہ بہادر کی تجویز اور سید العلماء کے اصرار پر محکمۂ وزارت کے دارالافتاء سے منسلک ہوئے۔ بڑی دیانت داری، خوش اسلوبی اور ذہانت و فراست سے اس اہم عہدے کی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اس تمام عرصہ میں تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف سے برابر اپنے کو وابستہ رکھا۔

جب انتزاع سلطنت کا سانحہ پیش آیا تو کبیدہ خاطر ہو کر زیدپور ضلع بارہ بنکی چلے گئے۔ ۱۲۷۵ھ ۱۸۵۸ء میں نواب علی نقی خاں کی تحریک و طلب پر کلکتہ چلے گئے۔ وہاں کی آب و ہوا راس نہیں آئی لہذا اگلے سال ۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء میں دو سال کی رخصت پر لکھنؤ آ گئے۔ ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۲ء میں دوسری مرتبہ لکھنؤ گئے۔ صاحب عالم بہادر (خویش و برادرزادہ واجد علی شاہ) نے شرف تلمذ حاصل کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے۔ انھیں نے ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں تاج العلماء اور افتخار الفضلاء کے خطابات دیئے مگر حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے وہاں دل نہ لگا اور بادشاہ کی وفات کے سال بھر بعد لکھنؤ آ گئے اور مدت العمر یہیں رہے۔ مفتی صاحب کو ملکہ وکٹوریہ کی پچاس سالہ جوبلی پر شمس العلماء کا خطاب بھی ملا تھا۔

۲۵ رجب ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء کو لکھنؤ میں وفات پائی اور امام باڑہ غفران مآب میں مدفون ہوئے (۱) (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفتی صاحب کے ادبی سرمایہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں نظم ونثر دونوں میں مکمل قدرت حاصل تھی۔ عربی وفارسی اور اردو تینوں زبانوں کی نظم ونثر پر یکساں عبور تھا۔ بدیہہ گوئی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ برجستہ تاریخیں کہتے تھے۔ ہزاروں اشعار صنعت تجنیس کی مختلف اقسام کے ماتحت کہے۔ اجناس الجناس، اسی قسم کے اشعار پر مشتمل مجموعہ ہے۔

انھوں نے تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم کلام وعقائد، فقہ واصول فقہ، منطق وفلسفہ اور طب میں اپنی بہت سی تصانیف کا ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا۔

انھوں نے مقفّیٰ ومسجع عبارت میں بھی خوب جولانیٔ قلم دکھائی ہے ان میں مکاتیب بھی ہیں اور تقاریظ بھی۔ کبوتر کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

«یا غلام اطلق الحمام، قبل ان ادخل الحمام، واکثر لها من الحبوب واطعمها السمین فانه غذاءها المرغوب، ولا تطعمها الا الارز والقمح فانه وان خلا من القبح لکنه یمرضها ولا تمنعها ولا تقصصها ابداً۔ فانه یغمها ویحزنها، یا بنی استمع الیها کیف تغرد ولا تنظر الیها حین تفسد ولا تطردها فان ذالک محظور وان کان یوجب السرور علی اغنامها بما تماد فیعمل الفساد والله رؤف بالعباد» (۲)

۱۔ تاریخ عباس مرزا ہادی علی عزیز لکھنوی جلد اول دوم مختلف اوراق، تذکرہ بے بہا: ۵۵۔
۳۳۔ النزہتہ ۸: ۔ ۲:۔ تاریخ عباس، ۱:۔ ۲۲۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہ واسیں کے ذکر میں رقم طراز ہیں۔

یا بُنَی مشعث الطواویس کیف ترتقص وتمیس، لعمرالله اسبوح القدوس باری النفوس، انی مولع بالطاؤس، یدرج فرحاً وینزل مرحا وانی احیل النظر الی ذنبہ وجناحہ حین ینشرہ فی غدوۃ واحدہ ..... وایاک ایاک ان تذبحہ وتدخلہ فی حشائک وتجعلہ غذائک او عشائک تکثر بہ حشائک، فان لحمہ حرام عند الفقہاء العظام علی انہ حسن الشکل لا یصلح للاکل، بری من التشویہ کیف تشویہ ینبغی للانسان ان ینظر صنع الله فیہ ویجعلہ فی مسرح النظار لا ان یدخلہ فی نیبہ، فمن ما احلہ الله یکفیہ، فلا یتعدی الا السفیہ" (۱)

ان کا ایک ضخیم عربی دیوان اور قصیدہ محمدیہ طبع ہو چکے ہیں۔ ان کی منظوم تقاریظ، مراثی، تواریخ وفات اور مکتوبات میں سے بہت سے اشعار یکجا کرکے ایک دیوان مرتب کیا جاسکتا ہے۔ مثلث، مشجر اور دیگر اصناف سخن مثلاً مستزاد تضمین، ترجیع بند، مسدس مخمس وغیرہ کی ان گنت مثالیں "تاریخ عباسیہ" میں مندرج ہیں۔ ان کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب اپنے عہد کے منفرد اور صاحب طرز ادیب و شاعر تھے اور شاعری میں اس نوعیت کے یکتا تھے۔ نمونۃً چند اشعار درج ہیں۔

تری رحلۃ الاحباب مثل توقلا — وتبصرا علی الناس یہجم ساقلا

۔۔۔۔ ۔۔ ۔۔۔

© rasailojaraid.com